استحسان

حضرت مفتی عبدالغفار صاحب
معہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

شریعت کے احکام جن دلائل سے ثابت ہیں وہ کل چار ہیں۔

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول ﷺ (۳) اجماع امت (۴) اور قیاس

یہ اجماعی مسئلہ ہے سوائے لامذھبیوں کے جو قیاس کو حجت نہیں مانتے اور کسی کا اختلاف نہیں لیکن فقہاء قیاس کے ساتھ ایک اور حجت کا ذکر کرتے ہیں جسے استحسان کہا جاتا ہے، خاص طور پر فقہاء حنفیہ کے کلام میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ چونکہ اسے قیاس کے مقابلہ میں ذکر کیا جاتا ہے اس لیے بعض لوگوں کو جنہیں حقیقت کا علم نہیں یہ وہم ہوتا ہے کہ استحسان، قیاس کے علاوہ کوئی الگ حجت ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ قیاس ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ آگے معلوم ہو جائے گا۔ اگلی سطور میں اس مسئلہ کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

استحسان کے لغوی معنی:

استحسان، حسن سے باب استفعال کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی شئی کو اچھا سمجھنا اور اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھنا۔ (کشف الاسرار علی اصول البزدوی :ص ٥ ج ٤ مجموعة قواعدالفقه ص:١٧١) یہ معنی بہت عام ہیں کوئی شخص کسی منکر کو بھی اچھا سمجھ سکتا ہے بہت سے کبائر کو اچھا سمجھنے والے دنیا میں بہت ہیں لہذا قیاس کے مقابلے میں جہاں استحسان کو ذکر کیا جاتا ہے وہاں یہ عام معنی مراد نہیں ہو سکتے بلکہ شرعاً اچھا ہونا مراد ہے۔

استحسان کے اصطلاحی معنی:

استحسان کی متعدد اصطلاحی تعریفات کی گئی ہیں میر سید شریف نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

هواسم لدليل من الادلة الاربعة يعارض القياس الجلی، ويعمل به اذاكان اقوى منه۔

(مجموعة قواعدالفقه ص:١٧١)

یعنی استحسان ادلہ اربعہ میں سے ایک دلیل کا نام ہے جو قیاس جلی کے معارض ہوتی ہے اور جب وہ قیاس جلی اقوی ہوتو اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام ابوزید دبوسی رحمہ اللہ تقویم الادلہ میں یوں رقمطراز ہیں کہ

فـامـا عند الفقهاء الذين قالوا بالاستحسان :فاسم لضرب دليل يعارض القياس الجلى ، حتىٰ كأنّ القياس غير الاستحسان على سبيل التعارض.(تقويم الادله: ص٤٠٤)

جو فقہاء استحسان کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ دلیل کی ایک قسم ہے جو قیاس جلی کے معارض ہے گویا تعارض کی وجہ سے قیاس استحسان کے علاوہ کوئی الگ چیز ہے۔

بعض فقہاء حنفیہ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے

هوالعدول عن موجب قياس الى قياس اقوى منه (كشف البزوى : ص ٧ ج ٤)

استحسان کہتے ہیں کہ ایک قیاس کے موجب (حکم) سے اس کے قوی تر قیاس کے موجب کی طرف عدول کرنا۔

بعض نے یوں تعریف کی ہے کہ:

.هوتخصيص قياس بد ليل اقوى منه(كشف البزوى:ص ٧ ج ٤)

قیاس جلی کو اس سے قوی تر دلیل سے مخصوص کرنا۔

امام کرخی رحمہ اللہ نے یہ تعریف کی ہے کہ:

الاستحسـان : هـوان يـعدل الانسان عن ان يحكم فى المسئلة بمثل ماحكم به فى نظائرها الى خلافه لوجه اقوى يقتضى العدول عن الاول ۔ (حواله بالا ص:٨ ج ٤)

استحسان یہ ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں اس کے نظائر کی طرح حکم سے عدول کر کے اس کے خلاف حکم لگائے ایک ایسی قوی وجہ کی بنا پر جو پہلے حکم سے عدول کی مقتضی ہو۔

فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وانما الاستحسان عندنا احد القياسين لكنه يسمى به اشارة الى انه الوجه الاولى فى العمل به۔

(اصول بزدوی مع الكسف ص:٩ ـ ج ٤)

یعنی استحسان دو قیاسوں میں سے ایک قیاس کا نام ہے اس قیاس کو استحسان نام سے موسوم کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ عمل میں یہی اولی ہے۔

بعض حضرات نے استحسان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

الاستحسان :هوترك القياس والاخذ بماهو ارفق للناس.(مجموعه قواعد الفقه :ص١٧١)

یعنی استحسان کہتے ہیں کہ قیاس کو ترک کر کے ایسا حکم لیا جائے جس میں لوگوں کا زیادہ فائدہ ہو۔

محقق ابن الھمام رحمہ اللہ نے یوں تعریف کی ہے کہ:

فھو القیاس الخفی بالنسبۃ الی ظاھر متبادر (التحریر مع التقریر والتحبیر ص:۲۸۲ ج۳)

یعنی استحسان اس قیاس کو کہا جاتا ہے جو قیاس ظاہر متبادر کی بنسبت خفی ہو۔

بعض فقہاء حنفیہ نے استحسان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

الاستحسان ھو القیاس الخفی وانما سمی بہ لانہ فی الاکثر الاغلب یکون اقوی من القیاس الظاھر فیکون الاخذ بہ مستحسنا. (کشف البزدوی: ص ۸ ج ٤)

استحسان قیاس خفی کا نام ہے، اسے استحسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ عام طور پر وہ قیاس ظاہر سے قوی ہوتا ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا مستحسن ہوگا۔

ان تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ استحسان ادلہ اربعہ سے خارج کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ قیاس ہی کی ایک قسم ہے جسے استحسان کا نام دیا گیا ہے صدر الاسلام فرماتے ہیں کہ اگر استحسان کی تاثیر زیادہ ہو تو وہ تسمیۂ و معنیً استحسان ہے اور اگر قیاس کی تاثیر زیادہ ہو تو استحسان تسمیۂ استحسان ہوگا معنیً نہ ہوگا اور معنیً استحسان قیاس ہی ہے۔ (حوالہ بالا)

حجیت استحسان میں اختلاف

استحسان چونکہ قیاس ہی کی ایک قسم ہے اور قیاس کی حجیت میں سوائے لامذہبوں کے کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لیے استحسان کی حجیت میں بھی اختلاف نہیں ہونا چاہیے لیکن اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے ان سے یہ منقول ہے کہ:

من استحسن فقد شرع۔ (الاحکام للآمدی: ص ۱۳۸ ج۳)

جس نے استحسان کا قول اختیار کیا اس نے نئی شریعت ایجاد کی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ باقی تینوں ائمہ کے نزدیک استحسان حجت ہے اور پر ہم نے صرف فقہاء حنفیہ کے اقوال نقل کئے ہیں مالکیہ اور حنابلہ کے استحسان کے متعلق اقوال درج ذیل ہیں۔

استحسان مالکیہ کے نزدیک

امام شاطبی مالکی فرماتے ہیں کہ:

ھو فی مذھب مالك: الاخذ بمصلحۃ جزئیۃ فی مقابلۃ دلیل کلی. (کتاب الموافقات: ص ۲۰۵)

استحسان امام مالک کے مذہب میں یہ ہے کہ دلیل کلی کے مقابلہ میں مصلحت جزئیہ پر عمل کیا جائے۔

آگے ابن العربی مالکی سے نقل کرتے ہیں کہ:

قال ابن العربی فی تفسیر الاستحسان بانہ ترك مقتضی الدلیل علی طریق الاستثناء والترخص لمعارضة مایعارض به فی بعض مقتضیاته ۔

ابن العربی استحسان کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ استحسان یہ ہے کہ بطور استثناء ورخصت کے دلیل کے مقتضی کو ترک کیا جائے کسی ایسے عارض کیوجہ سے جو دلیل کے بعض مقتضیات کو لاحق ہو۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

وقال فی احکام القرآن :الا ستحسان عند نا وعند الحنفیة :هو العمل باقوی الدلیلین۔ (حوالہ بالا) استحسان ہمارے اور حنفیہ کے نزدیک اقوی الدلیلین پر عمل کرنے کا نام ہے۔

امام اصبغ فرماتے ہیں کہ ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

تسعة اعشار العلم الاستحسان ۔ (الموافقات :ص ۲۰۹)

علم کے دس میں سے نو حصے استحسان کے ہیں۔

استحسان حنابلہ کے نزدیک

ابوالخطاب الکلوذانی الحنبلی رقم طراز ہیں:

وقداطلق امامنااحمد القول بالاستحسان فی مواضع ، قال فی روایة المیمونی:استحسن ان یتیمم لکل صلاة ، والقیاس انه بمنزلة الماء حتی یحدث اویجد الماء۔(التمهید فی اصول الفقه :ص۸۷ ج ۱)

ہمارے امام احمد نے کئی مواضع میں استحسان کے قول کا اطلاق کیا ہے میمونی کی روایت میں ہے کہ میں اس کو مستحسن سمجھتا ہوں کہ ہر نماز کیلئے تیمم کیا جائے اور قیاس یہ ہے کہ جب تک حدث لاحق نہ ہو یا پانی نہ ملے تو تیمم پانی کے قائم مقام ہے۔

یعنی قیاس کی رو سے ہر نماز کیلئے تیمم کی ضرورت نہیں ایک دفعہ تیمم کرنے بعد جب تک حدث لاحق نہ ہو یا پانی نہ ملے اس وقت تک تیمم باقی رہنا چاہیے جس طرح وضو حدث لاحق ہونے تک باقی رہتا ہے لیکن مستحسن یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے تیمم کیا جائے۔

آگے اس طرح چند مسائل ذکر کئے ہیں جن میں امام احمد رحمہ اللہ نے استحسان کے قول کو اختیار کیا ہے۔

علامہ آمدی شافعی الاستحسان کا عنوان قائم کر کے فرماتے ہیں کہ:

وقداختلف فیه ،فقال به اصحاب ابی حنیفة واحمد بن حنبل ،وانکره الباقون حتی نقل عن

الشافعي انه قال :من استحسن فقد شرع .(الاحکام :ص ۱۳۸ ج ۳)

استحسان میں اختلاف ہوا ہے امام ابوحنیفہ کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ استحسان کے قائل ہیں اور باقی لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس نے استحسان کو اختیار کیا ہے اس نے شریعت بنالی۔

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی فرماتے ہیں کہ:

واختلفت عبارات الاصولیین فی تفسیرہ وفی کونہ دلیلا فقال الحنفیة والحنابلة بکونہ دلیلا ،وانکرہ غیرھم ۔(کشف اصطلاحات الفنون والعلوم :ص١٤٥ ج ١)

استحسان کی تفسیر اور اس کے حجت ہونے کے متعلق اصولیین کی عبارات مختلف ہیں حنفیہ اور حنابلہ اس کو دلیل مانتے ہیں ان کے علاوہ دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے علامہ آمدی اور شیخ تھانوی نے مالکیہ کے نزدیک استحسان کے حجت ہونے کا ذکر نہیں کیا شاید ان دونوں حضرات کو مالکیہ کے مسلک کا علم نہ ہوسکا۔

بہر حال امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ باقی تینوں ائمہ کے نزدیک استحسان حجت ہے لہذا یہ کہنا درست ہے کہ جمہور کے نزدیک استحسان حجت ہے اس میں امام شافعی نے جمہور کی مخالفت کی ہے لیکن علامہ شوکانی نے یہاں کمال کر دیا ہے انہوں نے بھی حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک استحسان کے حجت ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ:

انکرہ الجمھور حتی قال الشافعی :من استحسن فقد شرع.(ارشادالفحول :٥٤٤)

جمہور نے استحسان کے حجت ہونے کا انکار کیا ہے یہاں تک کہ امام شافعی نے فرمایا کہ جس نے استحسان کا قول اختیار کیا اس نے شریعت بنالی۔

معلوم نہیں علامہ شوکانی کے نزیک جمہور کا مفہوم کیا ہے؟ ائمہ اربعہ میں سے تین ایک طرف ہیں اور امام شافعی ایک طرف، اس کے باوجود صرف امام شافعی کے قول کو جمہور کا قول قرار دے رہے ہیں ۔اگر امام شافعی کے ساتھ غیر مقلدین (اس طرف اشارہ ہے کہ شوکانی صاحب غیر مقلد ہیں ،) کو بھی ملایا جائے تب بھی ان پر جمہور کا اطلاق درست نہیں۔

امام شافعی کا قول:من استحسن فقد شرع ،، کی ایک توجیہ شیخ اکبر ابن عربی نے کی ہے جسے بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں نقل کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

قال الشیخ الاکبر خاتم الولایة المحمدیة فی "الفتوحات المکیة" ان مقصود الشافعی رحمہ اللہ من قولہ ھذا مدح المستحسن ، واراد ان من استحسن فقد صار بمنزلة نبی ذی شریعة واتباع

الشافعی لم یفهموا کلامه علی وجهه . (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : ص ۳۷٤ ج ۲)

شیخ اکبر خاتم الولایۃ المحمدیہ نے فتوحات مکیہ میں فرمایا کہ امام شافعی کا مقصود اس قول سے مستحسن کی مدح ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ جس نے استحسان کا قول کیا وہ شریعت والے نبی کی طرح ہوگیا ہے (یعنی اس نے شریعت کی ایک دلیل کا اضافہ کیا ہے) لیکن امام شافعی کے متبعین ان کے کلام کو پوری طرح سمجھ نہ سکے۔

اگر اس توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کوئی اختلاف ہی باقی نہیں رہتا، لیکن یہ توجیہ،، توجیہ القول بمالا یرضی به قائله ،، کے قبیل سے ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ،،الرسالہ،، میں ،،باب ابطال الاستحسان،، کا عنوان قائم کر کے استحسان کے ابطال پر زوردار کلام کیا ہے اس لئے ابن العربی کی یہ توجیہ کسی طرح درست نہیں ہوسکتی، نیز یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ امام شافعی کے متبعین ان کے کلام کو کما حقہ نہیں سمجھ سکے، کیونکہ امام موصوف نے ''الرسالہ'' میں جو کلام کیا ہے اس سے وہی ثابت ہوتا ہے جو ان کے متبعین نے سمجھا ہے۔ بہر حال یہ طے شدہ ہے کہ امام شافعی نے استحسان کے حجت ہونے کا انکار کیا ہے،

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے بہت سے مواقع میں قیاس کو ترک کر کے استحسان کو اختیار کیا ہے اس پر بعض شوافع نے الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ حجج شرعیہ چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس، استحسان ایک پانچویں قسم ہے اس کے حجت ہونے کا علم امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے علاوہ حاملین شرع میں سے کسی کو نہیں ہے اور نہ اس کے حجت ہونے پر کوئی دلیل قائم ہے بلکہ استحسان کو اختیار کرنا خواہش کے مطابق قول کو اختیار کرنا ہے لہذا استحسان کے مقابلے میں قیاس کو ترک کرنا اتباع ہوئی اور خواہش نفسانی کی وجہ سے حجت کو ترک کرنا ہے لہذا استحسان باطل ہوا، اس قائل نے مزید کہا ہے کہ جس قیاس کو ان لوگوں نے (یعنی حنفیہ نے) استحسان کے مقابلے میں ترک کیا ہے اگر وہ قیاس حجت شرعیہ ہے تو حجت شرعیہ حق ہے وماذا بعد الحق الا الضلال ، اور اگر وہ قیاس باطل ہے تو باطل واجب الترک ہے اور اس کا ذکر ہی لغو اور فضول ہے پھر ان لوگوں (حنفیہ) نے بعض مواضع میں ذکر کیا ہے کہ

انانأخذ بالقیاس ونترك الا ستحسان به فكيف يجوز ون الا خذ بالباطل والعمل به ۔

ہم اس جگہ قیاس کو لیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں استحسان کو چھوڑ دیتے ہیں، تو پھر کس طرح اخذ بالباطل کو جائز قرار دے رہے ہیں اور اس پر عمل کر رہے ہیں۔

علامہ عبد العزیز بخاری رحمہ اللہ بعض شوافع کے اس طعن کو نقل کر کے آگے فرماتے ہیں کہ:

وذكر من هذا الجنس مايدل على قلة الورع وكثرة التحير والعداوة، ونقل عن الشافعي ايضا انه بالغ فی انكار الا ستحسان وقال : من استحسن فقد شرع، وكل ذلك طعن من غير روية وقدح

من غير وقوف على المراد فابوحنيفة رحمه الله اجل قد راواشد ورعا من ان يقول فی الدين بالتشهی او عمل بمااستحسنه من دليل قام عليه شرعا۔(کشف الاسرار ص۶،۷ ج ۴)

اس قائل نے اس قسم کی اور باتوں کا ذکر کیا ہے جواس بات پر دلالت کررہا ہے کہ اس قائل کے اندر ورع کی قلت اور تحیر عداوت کی کثرت ہے نیز امام شافعی سے منقول ہے کہ انہوں نے استحسان کے انکار پر مبالغہ سے کام لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ "من استحسن فقد شرع "یہ سب کچھ بغیر تدبر کے الزام تراشی ہے اور مراد پر مطلع ہوئے بغیر تنقید ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنی قدر ومنزلت اور شدت تقوی کے اعتبار سے اس سے برتر ہیں کہ دین میں اپنی خواہشات کے مطابق کوئی بات کہیں اور اس استحسان پر عمل کریں جو شرعی دلیل کے خلاف ہو۔

ابواسحاق شیرازی شافعی فرماتے ہیں کہ

القول بالاستحسان باطل ،وهوترك القياس بمايستحسنه الانسان برأى نفسه من غير دليل ، وحكى الشافعي وبشر المريسي عن أبي حنيفة انه كان يقول بالاستحسان وفسراه بهذا، وهو ترك القياس بمايستحسنه الانسان من غير دليل ، واختلف اصحابه المتأخرون ونفواعنه هذاالتفسير۔

استحسان کا قول اختیار کرنا باطل ہے، کیونکہ استحسان کہتے ہیں قیاس کو ترک کرکے اس چیز کو لینا جس کو انسان اپنی رائے کے بغیر دلیل کے اچھا سمجھے، شافعی اور بشر مریسی نے ابوحنیفہ سے حکایت نقل کی ہے کہ وہ استحسان کے قائل تھے اور پھر ان دونوں نے استحسان کی یہی تفسیر کی ہے کہ هوترك القياس بمايستحسنه الانسان من غير دليل ،البتہ ابوحنیفہ کے اصحاب متاخرین نے اس تفسیر سے اختلاف کیا ہے اور امام ابوحنیفہ سے اس تفسیر کی نفی کی ہے۔

آگے ابواسحاق شیرازی فقہاء حنیفہ سے منقول استحسان کی متعدد تعریفات نقل کرکے فرماتے ہیں کہ:

فان كان مذهبهم على ماقال الكرخي وعلى ما قال الآخر :هوالقول باقوى الدليلين فنحن نقول به وارتفع الخلاف،وان كان مذهبهم على ما قال القائل الآخر : تخصيص العلة بدليل فقد تقدم الكلام على ذلك وبيّنافسادقولهم فيه وان كان مذهبهم ماحكاه الشافعي وبشر المريسي عن ابي حنيفة وهوالصحيح عنه لانهم ذكرواالاستحسان في موضع لادليل فيه (الی) فليس هذادليلاوانماهواستحسنه من غيردليل۔(شرح اللمع :ص ۹۷۰ ج ۲)

اگر ان کا مذہب وہی ہے جو کرخی اور دوسرے قائل نے کہا کہ استحسان کی حقیقت اقوی الدلیلین کا قول اختیار کرنا ہے تو پھر ہم بھی اس کے قائل ہیں اور ہمارا اختلاف ختم ،اور اگر ان کا مذہب وہ ہے جو ایک دوسرے قائل نے کہا کہ استحسان تخصیص العلۃ بدلیل کا نام ہے اس پر کلام گزر گیا اور ہم نے ان کے قول کے فساد کو واضح کردیا اور ان کا

مذہب وہ ہے جو شافعی اور بشر مریسی نے ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے اور یہی صحیح طور پر ان سے ثابت ہے کیونکہ حنفیہ نے ایسی جگہ استحسان کا ذکر کیا ہے جس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے (الی) یہ کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ بغیر دلیل کے اس کو مستحسن قرار دیا ہے،

اس سلسلے میں ابو اسحاق شیرازی نے دو مسئلے ذکر کیے ہیں جن میں حنفیہ کے قیاس کے مقابلے میں استحسان کو اختیار کیا ہے ابو اسحاق شیرازی کے نزدیک دونوں مسئلوں میں استحسان بلا دلیل ہے جبکہ حنفیہ نے اس کی دلیل بیان کی ہے ممکن ہے کہ موصوف کو اس دلیل سے اتفاق نہ ہو لیکن اس کی وجہ اس کو بلا دلیل کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے خصمین کہاں ایک دوسرے کی دلیل سے اتفاق کرتے ہیں،

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ امام شافعی اور بشر مریسی نے امام ابوحنیفہ سے استحسان کے قول کی حکایت نقل کی ہے لیکن استحسان کی یہ تفسیر ان دونوں نے اپنی طرف سے کی ہے، استحسان کی یہ تفسیر امام ابوحنیفہ سے کہیں منقول نہیں ہے فقہاء حنفیہ میں سے کوئی بھی استحسان کی اس تفسیر کا قائل نہیں بلکہ کوئی بھی مسلمان اس کا قائل نہیں ہوسکتا، تو اپنی طرف سے اختراع شدہ تفسیر کو لے کر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پر طعن و تشنیع کس عقل کی رو سے درست کہا جا سکتا ہے؟ پھر حنفیہ پر الزام تراشی کیلئے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے ساتھ بشر مریسی جیسے زندیق کے قول کا بھی سہارا لیا جسے اکثر محدثین نے کافر اور بعض دوسرے حضرات نے زندیق ضال و مضل کہا ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے لسان المیزان: ص ۳۰۶ تا ۳۰۸ ج ۲)

امام شافعی رحمہ اللہ ایک طرف تو استحسان کو باطل قرار دے رہے ہیں لیکن دوسری طرف وہ خود چند مسائل میں استحسان پر عمل کر رہے ہیں چنانچہ ابن القاص فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے تین مسائل میں استحسان کو اختیار کیا ہے۔

(۱) متعہ کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ! واستحسن فی المتعة ان تقدر ثلاثین درهما متعہ میں تیس درہم مقرر کرنے کو میں مستحسن سمجھتا ہوں۔

(۲) حلف علی المصحف کے متعلق فرماتے ہیں کہ! رأیت بعض الحکام یحلف علی المصحف وذلك حسن ۔ میں نے بعض حکام کو دیکھا کہ وہ مصحف پر حلف دلاتے ہیں اور یہ اچھی چیز ہے۔

(۳) مدت شفعہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ! واستحسن ثلاثة ایام . مدت شفعہ تین دن رکھنے کو میں مستحسن سمجھتا ہوں۔

(جاری ہے)

☆☆☆